Sunday

نئی بات

sundaymag@naibaat.com

12 تا 18 جنوری 2024ء

ڈبل پنشن بند... ہم کو کس کے غم نے مارا یہ کہانی پھر سہی

بہن بھائی کی طرف سے ماں کو شادی کا خوشیوں بھرا تحفہ

عربوں کا نپولین... عبدالعزیز بن عبدالرحمن السعود

فلائی آن ڈیل... مہنگائی کے دور میں ہوائی مسافروں کیلئے خوشخبری

ڈاکٹر عارفہ صبح خان کے ساتھ یادگار شام

ہم کو کس کے غم نے مارا یہ کہانی پھر سہی

سرکاری ملازمین کے ڈبل پینشن لینے پر پابندی

حکومت کی طرف سے سرکاری خزانے پر بوجھ کم کرنے کیلئے ”کنٹری بیوٹری پینشن فنڈ سکیم“ متعارف

تنویر ملک

پاکستان نے نئے سال کی ابتدا میں حکومتی اخراجات کی مینجمنٹ سے متعلق آئی ایم ایف کی شرط پر عمل کرتے ہوئے پینشن کے شعبے میں اصلاحات کا اجرا کر دیا ہے۔ پاکستان کی وزارت خزانہ کے مطابق یہ اصلاحات پے اینڈ پینشن کمیشن کی سال 2020 کی سفارشات کی روشنی میں منظور کی گئی ہیں۔ اس میں سب سے نمایاں تبدیلی سرکاری ملازمین کے ڈبل پینشن لینے پر پابندی ہے۔ گذشتہ برس ستمبر کے دوران حکومت نے سرکاری خزانے پر سالہا سال پینشن کے بڑھتے بوجھ کو کم کرنے کے لیے نئی پینشن سکیم ”کنٹر بیوٹری پینشن فنڈ سکیم“ متعارف کروائی تھی جس کا اطلاق مالی سال 2024-25 کے آغاز سے کیا گیا۔ نئی پینشن سکیم موجودہ مالی سال میں بھرتی ہونے والے وفاقی سویلین ملازمین اور آئندہ مالی سال میں افواج میں بھرتی ہونے والے ملازمین پر لاگو ہوگی۔

یکم جنوری 2025 کو جاری کردہ نوٹیفیکیشن کے مطابق وفاقی وزارت خزانہ کا کہنا ہے کہ ریٹائرڈ ملازم کی پینشن ”سروس کے آخری 24 ماہ میں قابل پینشن تنخواہ کی اوسط کی بنیاد پر کیلکولیٹ کی جائے گی۔“ وزارت خزانہ کے مطابق نئی اصلاحات کے ذریعے ’ڈبل پینشن‘ لینے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے اور اب سرکاری ملازمین ایک پینشن حاصل کر سکیں گے۔ اسی طرح وزارت خزانہ کی جانب سے کہا گیا کہ ریٹائرمنٹ کے وقت کی نیٹ پینشن کو بیس لائن پینشن یعنی بنیادی پینشن شمار کیا جائے گا اور پینشن میں کوئی اضافہ ہوتا ہے تو وہ بیس لائن پینشن کی بنیاد پر ہوگا۔ اسی طرح اگر حاضر سروس یا پینشنر کا خاوند یا بیوہ خود بھی تنخواہ دار یا پینشنر ہوں تو وہ ایسی صورت میں پینشن لینے کے حقدار ہوں گے۔ حکومت کی جانب سے پینشن اصلاحات پینشن بل کو کم کرنے کی کوشش ہے جو موجودہ مالی سال میں ایک ہزار ارب سے زائد ہے اور گزشتہ مالی سال کے مقابلے 24 فیصد زائد ہے۔ ماہرین معیشت کا کہنا ہے کہ پاکستان میں ڈبل پینشن لینے والے سرکاری ملازمین کی اکثریت فوج سے تعلق رکھتی ہے جو فوجی سروس کے بعد سول ایڈمسٹریشن کا حصہ بنے اور دونوں پینشن حاصل کر رہے ہیں۔ فوج میں بریگیڈیئر کے عہدے پر ترقی نہ پانے والے اہلکار چالیس سال کے آس پاس ریٹائر ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں سول ایڈمنسٹریشن کا حصہ بنا دیا جاتا ہے۔ ضیا الحق کے دور میں باقاعدہ یہ کوٹہ مقرر کیا گیا جس کے تحت فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد یہ افراد سول ایڈمنسٹریشن کا حصہ بنتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ڈبل پینشن لینے والے سرکاری ملازمین کا ستر فیصد فوجی بیک گراؤنڈ ہے لیکن کچھ سول ملازمین جیسے جج اور بیوروکریٹ بھی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد کمیشن اور کارپوریشنز کا حصہ بنتے ہیں اور ڈبل پینشن لیتے ہیں۔

خیال رہے کہ پاکستان میں سرکاری ملازمت کرنے والے افراد میں سول اور فوجی ملازمین شامل ہیں جنھیں ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی خدمات کے عوض حکومت کی جانب سے ایک مخصوص رقم یا ’پینشن‘ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ اُنہیں پینشن اُس وقت تک ملتی ہے جب تک وہ زندہ رہتے ہیں اور اُن کی موت کی صورت میں پینشن کی ادائیگی اُن کی بیوہ کو جاری رہتی ہے۔ موجودہ قوانین کے مطابق بیوہ کی وفات کے بعد بھی اگر کسی سرکاری ملازم کی کوئی غیر شادی شدہ بیٹی ہے تو اس کو اپنے والد کی پینشن اس وقت تک ملتی رہتی ہے جب تک اس کی شادی نہ ہو جائے۔ تاہم اب حکومت کی جانب سے جاری کی گئی نئی پینشن سکیم میں اصلاحات متعارف کروائی کی گئی ہیں جس کے خدوخال پرانی سکیم سے کافی مختلف ہیں۔ نئی پینشن سکیم کا آغاز ایک ایسے وقت میں کیا گیا جب پاکستان کا پینشن بجٹ ایک ہزار ارب روپے سے تجاوز کر گیا یعنی

ریٹائرڈ وفاقی ملازمین کو پینشن کی مد میں ہر ماہ دی جانے والی رقم معاشی مشکلات کا شکار حکومت کے سرکاری خزانے پر ایک بوجھ بنتا جا رہا ہے۔ معاشی ماہرین کے مطابق ملک پر قرضوں کے بے نظیر بوجھ، اُن پر سود کی ادائیگی اور بڑھتے ہوئے دفاعی اخراجات کی وجہ سے حکومتوں کے لیے پینشن کی ادائیگی مشکل ترامر بنتی چلی جا رہی ہے۔ معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی بھی ملک میں پینشن کا ایسا نظام ہی کامیاب ہوسکتا ہے جو مالی طور پر دیرپا اور مستحکم ہو۔ اِس وقت پاکستان کا جو پینشن دینے کا قانون رائج ہے وہ کام نہیں کر رہا کیونکہ ملک کی موجودہ مالی حالت اِس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہے اور اسی لیے پینشن بل کو معاشی حالات کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔ پاکستان کے موجودہ مالی سال کے بجٹ میں پینشن کی ادائیگی کے لیے مختص کی جانے والی رقم میں قرضوں کی ادائیگی، دفاعی بجٹ اور سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بعد چوتھے نمبر پر آتی ہے۔

پاکستان میں نئی ’کنٹر بیوٹری پینشن سکیم‘ کے تحت سرکاری ملازمین اپنی بنیادی تنخواہ (بیسک پے) میں سے 10 فیصد اس نئے پینشن فنڈ میں ڈالیں گے جبکہ وفاقی حکومت کا حصہ یا شیئر 20 فیصد ہوگا۔ وفاقی حکومت کی جانب سے اس پینشن فنڈ کے لیے موجودہ مالی سال میں 10 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ ’موجودہ نظام کے تحت پینشن کا سارا مالی بوجھ حکومت پر ہوتا ہے تاہم نئی سکیم کے تحت ملازمین کو بھی دوران ملازمت اس میں حصہ ڈالنا پڑے گا اور ان کا حصہ اور حکومت کی جانب سے دی جانے والی رقم ایک پینشن فنڈ میں جمع ہوں گے۔‘ مزید یہ کہ اس پینشن فنڈ میں جمع ہونے والی رقم کی مدد سے سرمایہ کاری بھی کی جائے گی تاکہ اس سے منافع مل سکے۔ یہ سرمایہ کاری سٹاک مارکیٹ، انشورنس، حکومتی سکیورٹیز اور دوسرے سرمایہ کاری کے شعبوں میں انویسٹ کی جا سکے گی

تا کہ حکومت پر پینشن کے بڑھتے ہوئے بوجھ کو کم کیا جا سکے۔ نئی سکیم کا اطلاق نئے بھرتی ہونے والے ملازمین پر ہوگا جبکہ سابقہ اور موجودہ ملازمین اس میں مستثنیٰ ہوں گے۔ قلیل مدت میں حکومت کو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی بجٹ پر اس کا مثبت اثر پڑے گا تاہم طویل مدت میں نئی سکیم سے فرق پڑے گا اور پینشن پر اُٹھنے والے اخراجات کم ہوں گے۔

پاکستان کے رواں مالی سال کے وفاقی بجٹ میں پینشن کے اخراجات 1014 ارب روپے ہیں۔ اس پینشن میں سول حکومت اور افواج کے ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کو دی جانے والی پینشن شامل ہے۔ موجودہ بجٹ میں دفاعی اخراجات کے 2200 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی تو اس کے ساتھ مجموعی پینشن اخراجات میں افواج سے ریٹائرڈ ملازمین کو دی جانے والی پینشن کے لیے 662 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ دوسری جانب سول حکومت کے ریٹائرڈ ملازمین کے 220 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ موجودہ مالی سال میں پینشن بل میں ہونے والے بڑے اضافے کی وجہ افواج سے ریٹائرڈ ملازمین کو دی جانے والی پینشن میں اضافہ ہے کیونکہ گزشتہ مالی کے نظر ثانی اخراجات کے مطابق افواج کے ریٹائرڈ ملازمین کو 583 ارب روپے پینشن کی مد میں دیے گئے۔ تاہم موجودہ مالی سال میں اس مد میں 662 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے یعنی اس میں 79 ارب روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ دوسری جانب سول اداروں کے ملازمین کو 228 ارب روپے کی پینشن گزشتہ مالی سال میں ادا کی گئی تھی اور اس مالی سال میں اس میں آٹھ ارب روپے کی کمی کے بعد یہ بجٹ 220 ارب روپے ہوگا۔ دوسری طرف پاکستان کے کابینہ ڈویژن کی ویب سائٹ پر ایسے اداروں کی فہرست فراہم کی گئی ہے۔ ان اداروں میں نیشنل ہائی وے اتھارٹی، زرعی ترقیاتی بینک، نادرا، کراچی پورٹ ٹرسٹ، ریلوے کے مختلف ادارے، پاکستان ٹیلی کمیونیکشن اتھارٹی، اوگرا اور کئی دوسرے ادارے شامل ہیں جن کے ملازمین کی پینشن وفاقی حکومت کے بجٹ سے ادا نہیں کی جاتی۔

☆☆☆☆

> موجودہ نظام کے تحت پینشن کا سارا مالی بوجھ حکومت پر ہوتا ہے تاہم نئی سکیم کے تحت ملازمین کو بھی دوران ملازمت اس میں حصہ ڈالنا پڑے گا، ان کا حصہ اور حکومت کی جانب سے دی جانے والی رقم ایک پینشن فنڈ میں جمع ہوں گے

> پاکستان میں ڈبل پینشن لینے والے سرکاری ملازمین کی اکثریت فوج سے تعلق رکھتی ہے جو بعد میں سول ایڈمسٹریشن کا حصہ بنے اور دونوں پینشن حاصل کر رہے ہیں، کم عمر ریٹائرڈ بریگیڈیئر بعد میں سول ایڈمنسٹریشن کا حصہ بن جاتے ہیں

مہنگائی کے دور میں ہوائی مسافروں کیلئے خوشخبری

سعودی ایئر لائن ”فلائی آڈیل“ کی پاکستان آمد

عمرہ کے بے حد سستے ٹکٹ نے مہنگی فضائی کمپنیوں کے لئے خطرے کی گھنٹی بجادی

حمیرا کنول

موجودہ حکومت کی مثبت معاشی پالیسیوں کے ثمرات آنا شروع ہو گئے ہیں یہی وجہ ہے کی غیر ملکی کمپنیاں پاکستان میں سرمایہ کاری کے لئے سنجیدہ ہیں اور اب یہاں بڑے پروجیکٹ شروع ہونے جا رہے ہیں۔ سعودی ایئر لائن ”فلائی آڈیل“ فروری 2025 سے پاکستان کے لیے اپنے آپریشنز کا آغاز کر رہی ہے۔ یہ 2021 میں سعودی عرب میں شروع ہونے والی ایک کم بجٹ اور سستی ایئر لائن ہے جس نے گزشتہ برس پاکستانی عازمین حج کے لیے بھی اپنی سروسز فراہم کی تھیں اور فی الحال بین الاقوامی سطح پر اس کے سعودی عرب کے علاوہ مختلف ممالک میں آپریشنز جاری ہیں۔ ”فلائی آڈیل“ کی جانب سے جاری بیان میں بتایا گیا ہے کہ یہ بین الاقوامی سطح پر اپنے آپریشنز کو بڑھانے کا ایک وسیع سلسلہ ہے اور یہ پاکستان اور جنوبی ایشیا کے لیے پہلی باقاعدہ سروس کی شروعات ہوگی۔ ایئر لائن کی ویب سائٹ کے مطابق تین فروری کو پہلی فلائٹ جدہ سے پاکستان کے کراچی ایئر پورٹ کے لیے مقامی وقت کے مطابق رات دو بج کر 45 منٹ پر پرواز کرے گی۔ پاکستان میں سول ایوی ایشن کے ترجمان اور ڈائریکٹر ایوی ایشن سکیورٹی نے تصدیق کی ہے کہ ’فلائی آڈیل‘ کو پاکستانی حکام کی طرف سے اجازت نامہ مل چکا ہے اور وہ ہفتے میں دو دن کراچی اور دو دن لاہور سے جدہ اور ریاض کے لیے اپنی سروسز فراہم کرے گی۔ یہ نئی سروس اس بات کی علامت ہے کہ سعودی عرب پاکستان سے سروس فراہم کرنے میں دلچسپی لے رہا ہے اور یہ بہت مثبت اور خوش آئند ہے۔ ’فلائی آڈیل‘ ایئر لائن کے سی ای او سٹیون گرین وے نے گذشتہ دنوں سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر اپنے بیان میں کہا تھا کہ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان مضبوط ثقافتی اور تاریخی روابط کی بنا پر اور دونوں ممالک کے درمیان کمرشل، عازمین اور خاندانوں کے روابط کے پیش نظر فضائی سفر کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے جلد ہی ایئر لائن اپنا نیا فضائی راستہ کھول رہی ہے۔ سٹیون گرین وے نے یہ بھی عندیہ دیا کہ مستقبل میں پاکستان کے دیگر شہروں سے بھی سروسز شروع کریں گے۔

پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان 2012 میں دوطرفہ ایئر سروس کا معاہدہ ”اوپن سکائیز“ طے پایا۔ اس سے پہلے پاکستان امریکہ، برطانیہ اور چند دیگر ممالک کے ساتھ معاہدہ کر چکا تھا۔ ایوی ایشن کے افسران کے مطابق اوپن سکائیز معاہدے کے تحت ہر دو ملک ایک دوسرے کی ایئر لائنز کو اپنے کسی بھی شہر میں سروس فراہم کرنے کی اجازت دینے کے پابند ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے پاکستان کی تمام ائیر لائنز سعودی عرب کے تمام ائیر پورٹ پر جا سکتی ہیں اس طرح سعودی ائیر لائنز بھی پاکستان آ سکتی ہیں چونکہ فلائی آڈیل کم خرچ یعنی سستی سروس ہے اس لیے اگر کمپنی کی بجائے صارف کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ صارفین کے لیے سستے سفر کی ایک نئی اُمید دکھائی دے رہی ہے۔ جو ائیر لائن اپنی لاگت کم کرتی ہے وہ پیسہ بچاتی ہے لو کاسٹ ماڈل، افرادی قوت پر لاگت کم کرتی ہے کوالٹی کم نہیں کرتی ہے۔ ایسی فلائٹس میں صارفین سے کھانے پینے اور سامان کے وزن کا معاوضہ اس کے استعمال کی صورت میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ سستی پڑتی ہیں۔ عام فلائٹس میں کھانا کھاؤ نہ کھاؤ، سامان کا وزن ایک معیاد سے زیادہ ہو یا نہ ہو تب بھی آپ کو مخصوص رقم ادا کرنا ہی ہوتی ہے اس لیے ان کی ٹکٹ مہنگی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اب یہ پاکستان سے سعودی عرب جانے اور آنے والی ائیر لائنز کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ اس نئی فضائی کمپنی کے آنے سے اثر یہ ہوگا کہ ایئر لائنز کے درمیان مقابلہ بڑھے گا اور ٹکٹوں کی قیمتیں کم ہوں گی۔ اور اس کا فائدہ مسافروں کو ہو گا تاہم سستی ائیر لائن میں بھی فائدہ اس کا ہوتا ہے جو بیگ پیک لے کر چلتا ہے۔ جو کاروبار کرنا چاہتا سامان لے کر جانا چاہتا ہے اسے پھر سامان کا کرایہ الگ سے دینا ہوگا۔ دوسری طرف مسافروں کو بھی اب ریونیو کی سمجھ آ چکی ہے کہ ائیر لائنز ریونیو کیسے کماتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دیگر ائیر لائنز کی نسبت نئی سروس میں کرائے میں پانچ سے دس فیصد تک کی کمی تو ہو گی اور اگر کوئی کھانے اور سامان کا بل بھی بچائے گا تو اسے 20 سے 25 فیصد تک فائدہ ہوجائے گا۔ ہاں اس میں نقصان ان ایئر لائنز کو ہو گا جو اس مقابلے کی دوڑ میں ہوں گی۔

ٹکٹ فروخت کرنے والی ایک نجی کمپنی سے منسلک ملازم کے مطابق سعودی عرب کے لیے اس وقت ہمارے پاس تین ملکی فضائی سروسز ہیں جن میں پی آئی اے، ائیر سیال، ائیر بلیو اور ایک سعودی ائیر لائن کا آپشن ہے اور اب ایک اور یعنی فلائی آڈیل کا اضافہ ہو جائے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک مصروف روٹ ہے اور سارا سال ٹکٹس کی فروخت نہ صرف عمرے اور حج کے لیے جانے والوں کی ہوتی ہے بلکہ وہاں کام کے لیے موجود پاکستانیوں کی بھی بڑی تعداد آتی جاتی ہے جبکہ بین الاقوامی پروازوں پر جانے والے مسافر بھی راستے میں عمرہ کرنے کے لیے چند دن جدہ کا روٹ استعمال کرتے ہیں جتنی زیادہ آپشنز ہوں گی صارفین کے لیے ٹکٹ اتنا ہی سستا ہو جائے گا۔ اس وقت عمرے کا ٹکٹ پاکستانی کرنسی میں ڈیڑھ لاکھ سے ایک لاکھ ستر ہزار کے درمیان ہے اور امید کی جا رہی ہے کہ اگلے ماہ نئی ایئر لائن کے آنے سے یہ قیمت دس سے پندرہ ہزار تک کم ہو گی اور نتیجتاً دیگر ائیر لائنز بھی مسافروں کو متوجہ کرنے کے لیے ٹکٹ کی قیمت میں کچھ کمی کریں گی۔

> جو ائیر لائن اپنی لاگت کم کرتی ہے وہ پیسہ بچاتی ہے لو کاسٹ ماڈل، افرادی قوت پر لاگت کم کرتی ہے، ایسی فلائٹس میں صارفین سے کھانے پینے اور سامان کے وزن کا معاوضہ اس کے استعمال کی صورت میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ سستی پڑتی ہیں

> جتنی زیادہ آپشنز ہوں گی صارفین کیلئے ٹکٹ اتنا ہی سستا ہو جائے گا، اس وقت عمرے کا ٹکٹ ڈیڑھ لاکھ سے ایک لاکھ ستر ہزار کے درمیان ہے اور اُمید کی جا رہی ہے کہ اگلے ماہ نئی ائیر لائن کے آنے سے یہ قیمت دس سے پندرہ ہزار تک کم ہو جائے گی

صحافت کی شیرینی، ادب کی قلوپطرہ، باقاعدہ مزاح نگار

ڈاکٹر عارفہ صبح خان

یو ایم ٹی، ادبی بیٹھک کی طرف سے ڈاکٹر عارفہ صبح خان کے ساتھ یادگار شام

اسد شہزاد

صحافت اور علم و ادب کا ایک مستند نام اور تہذیب و شائستگی، شوخی و شرارت کا ایک ایسا استعارہ ہیں کہ انہیں اہل علم و دانش نے ادب کا چمکتا ستارہ، اردو ادب کی لیلیٰ خالد، خواتین کی پطرس بخاری، ادب کی قلوپطرہ اور صحافت کی شیرنی جیسے القابات سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر عارفہ صبح خان کا بیک وقت چار اہم شعبوں سے تعلق ہے جہاں وہ پاکستان کی ایک دلیر اور ہر دلعزیز صحافی ہیں جنہیں پاکستان کی پہلی کرائم لیڈی رپورٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ وہاں ڈاکٹر عارف کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ پاکستان کی پہلی باقاعدہ مزاح نگار خاتون ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کے لئے سولہ مایہ ناز تخلیقات میں جن میں تین شعری مجموعے، دو افسانوی مجموعے، چار مزاح پارے، دو کالمی مجموعے، دو تنقیدی کتب، دو سیاسی کتابیں، خواتین پر دو اہم ترین کتابیں ہیں۔ انہوں نے اردو ادب کو متنوع موضوعات سے روشناس کیا۔ انہوں نے ڈار ڈرامہ سیریز لکھیں۔ ریڈیو کے لئے کالم لکھے۔ چار سیاسی ٹاک شوز کی میزبانی کی۔ ڈاکٹر عارفہ صبح نے لاہور کی 9 ٹاپ کی یونیورسٹیوں میں ایم فل، پی ایچ ڈی کو پڑھایا۔ فضائیہ کالج میں اردو کی سربراہ رہیں۔ ڈاکٹر

لاہور ہمیشہ سے علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہ ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، مدیروں، دانشوروں اور بلند پایہ نقادوں کا گڑھ رہا ہے۔ سینکڑوں ادیبوں، شاعروں، صحافیوں میں نام کمانا، اپنی انفرادیت قائم کرنا اور اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانا، لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔ ڈاکٹر عارفہ صبح خان

عارفہ کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ ضرورتمند، غریب اور مستحق افراد کے لئے کیا جانے والا بے تحاشہ سوشل ورک ہے۔ وہ گزشتہ پانچ سال سے بستر علالت پر تھیں۔ کینسر جیسے جان لیوا، موذی مرض سے انہوں نے جنگ لڑی اور موت کے منہ سے نکلیں۔ ڈاکٹر عارفہ پانچ سال بعد منصۂ شہود پر آئیں۔ یو ایم ٹی، ادبی بیٹھک نے ان کے اعزاز میں بہت بڑی تقریب کا اہتمام کیا جو 2024ء میں ہونے والی لاہور کی سب سے بڑی اور شاندار تقریب تھی۔ ملک کے کونے کونے سے شدید سردی میں شاعر، ادیب، صحافی، مدیر، نقاد اور ان کے پرستار آئے تھے۔ تقریباً تیرہ شہروں سے لوگوں نے تقریب میں شرکت کر کے ڈاکٹر عارفہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

معروف صحافی، تجزیہ نگار، مدیر اور اینکر سجاد میر نے تقریب کی صدارت کی۔ ان کی تقریر بہت برجستہ، برمحل اور بے ساختہ تھی۔ سجاد میر نے ڈاکٹر عارفہ کے حوالے سے کئی انکشافات کئے۔ انہوں نے کہا کہ 10 دسمبر 1970ء عارفہ صبح خان کی تاریخ پیدائش اور میرے پروفیشنل صحافی بننے کی تاریخ ہے۔ یہ ایک خوبصورت حسن اتفاق ہے۔ عارفہ صبح خان کی بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں کا ہر کوئی اعتراف کرتا ہے۔ انہوں نے بہت کم عرصے میں قابل قدر شہرت اور عزت کمائی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کے ساتھ مجید نظامی ان کے اصل استاد ہیں اور مجید نظامی بہت سخت ڈسپلن کے قائل تھے۔ ڈاکٹر عارفہ بھی اپنے اصولوں اور طریقوں کے مطابق کام کرتی تھیں۔ وہ نوائے وقت کا اہم حصہ تھیں۔ میں گواہ ہوں کہ مجید نظامی ہمیشہ عارفہ کی قدر اور حمایت کرتے تھے۔ یہ بات عارفہ صبح کے مستند صحافی ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

نامور صحافی، ادیب اور اینکر سہیل وڑائچ نے عارفہ صبح خان کے متعلق کہا کہ عارفہ ہماری بہترین کولیگ ہیں اگرچہ وہ عمر میں ہم سے چھوٹی ہیں لیکن ان کی ذہانت کا گراف بلند ہے۔ انہوں نے ڈرنا نہیں سیکھا، وہ کام کو جرأت اور بہادری سے کرتی ہیں۔ حکمرانوں سے کئے جانے والے ان کے سوال صحافت کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ عموماً جواب کو سرخی بنایا جاتا ہے لیکن عارفہ صبح خان نے صحافت میں ایسے ایسے سوال کئے جو ہمیشہ سرخی بنے۔ یہ ایک نادر مثال ہے۔ رائیونڈ محل میں حکمرانوں سے کئے جانے والے سوال نے ملک گیر شہرت حاصل کی اور وہ سوال اخبارات میں شہ سرخی بنا بلکہ غیر ملکی میڈیا میں بھی اس کی بازگشت سنائی دی۔ سہیل وڑائچ نے کہا کہ عارضہ ایک نامور صحافی کے ساتھ اپنے ابتدائی کیریئر سے ہی علم و ادب، شاعری اور ٹیچنگ سے بھی وابستہ چلی آرہی ہیں۔

ڈاکٹر مختار عزمی نے کہا کہ لاہور علم و ادب کا گہوارہ ہے۔ یہاں سینکڑوں، ہزاروں ادیب، شاعر، نقاد، صحافی ہیں لیکن یو ایم ٹی، ادبی بیٹھک نے ایک نابغہ روزگار شخصیت کا انتخاب کیا۔ قدرت نے ڈاکٹر صاحبہ کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ انہوں نے جو بھی کام کیا ہے، وہ انمٹ اور انمول ہے۔ وہ صرف اعلیٰ پائے کی ادیبہ، شاعرہ اور صحافی ہی نہیں ہیں۔ وہ ایک بہترین اور قابل تقلید استاد بھی ہیں۔ ان کے شاگرد ان کی دل و جان سے عزت کرتے ہیں۔ انہوں نے ہماری یونیورسٹی میں ایم فل کو بڑھایا اور ہمارا ان کے ساتھ اچھا تجربہ رہا۔ ڈاکٹر عارفہ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ذہانت کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کی مالک ہیں۔

گل نوخیز اختر نے کہا کہ جب بھی ہم مزاح نگار بیٹھ کر بات کرتے ہیں تو ڈاکٹر عارفہ کے مزاج کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ پاکستان کی بلاشبہ سب سے بڑی اور پاپولر مزاح نگار ہیں۔ عارفہ صبح نے پاکستان کے تقریب ہر بڑے مزاح نگار سے داد و تحسین حاصل کی ہے۔ کرنل محمد خان نے انہیں ''خواتین کی پطرس بخاری'' کہہ کر ان کے فن پر سٹیمپ لگا دی ہے کہ وہ ایک قد آور مزاح نگار ہیں۔ ان کے مزاح میں طنز کا تڑکا اسے دو آتشہ کر دیتا ہے۔ ان کی کینسر کی جان لیوا بیماری میں ''گنجے اور گنجیاں'' ایک بہت بڑی اور قیمتی تصنیف ہے جس میں انہوں نے جتنا رلایا ہے، اس سے زیادہ ہنسایا ہے۔ عدیل برکی نے کہا کہ ڈاکٹر عارفہ کو ادیبوں، شاعروں، مدیروں، صحافیوں، نقادوں، دانشوروں نے قابل قدر گردانا ہے کیونکہ ان کا کام انمٹ ہے۔ عارفہ صبح نے ہر کام کیا، بس خوشامد نہیں کی ورنہ وہ اپنی کارکردگی سے سب سے بلند مقام پر ہوتیں لیکن ایک دن آئے گا جب زمانہ کہے گا کہ وہ عظیم الشان ہستی تھیں، ہم ان سے ملے تھے۔ انہوں نے ابد تک زندہ رہ جانے والے کام کئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام جیتے جی امر کیا ہے۔ بابا بلھے شاہؒ کا کلام اور عارفہ صبح خان کا پیغام ایک ہی ہے۔

اختر عباس جنہوں نے اپنی خوبصورت اور پرلطف کمپیئرنگ سے تقریب کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں تین ہزار صحافی اور نو ہزار ادیب، شاعر ہیں مگر بارہ ہزار جانے پہچانے لوگوں میں سے یو ایم ٹی نے عارفہ کا انتخاب کر کے دنیا کو ایک پیغام دیا ہے کہ انہوں نے ادب کا سب سے چمکتا ستارہ، علم و ادب کا قیمتی ہیرا اور صحافت کے سمندر سے بیش قیمت گوہر کو چنا ہے۔ ڈاکٹر عارفہ کی سب سے بڑی خوبی ان کی بہادری، سچائی اور ذہانت ہیں۔ ڈاکٹر عارفہ صبح خان کے شوہر ظفر آفتاب، بیٹی انجیل شاہ زیب اور بہن صائمہ لیاقت نے ڈاکٹر عارفہ سے متعلق خوبصورت خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں ڈاکٹر عارفہ صبح خان نے خطاب کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر حسن صہیب مراد مرحوم، ڈاکٹر نوشابہ حسن مراد اور ابراہیم حسن مراد کی خدمات کو سراہا۔ ڈاکٹر عارفہ نے کہا کہ آج وہ زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی ذاتی زندگی پر بات کر رہی ہیں۔ اس دوران انہوں نے اپنی ذاتی زندگی کے چند واقعات سنائے اور گلوگیر ہو گئیں۔ حاضرین میں سے اکثریت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

☆ ڈاکٹر عارفہ صبح خان نے علم، ادب، صحافت میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے، سہیل وڑائچ

☆ مجید نظامی کا عارفہ صبح کی حمایت اور قدر کرنا، ان کے مستند صحافی ہونے کی بڑی دلیل ہے، سجاد میر

☆ آج ملک کے نامور شاعر، مدیر، ادیب، نقاد نے ملک کے کونے کونے سے آ کر داد دی ہے، ڈاکٹر مختار عزمی

☆ عارفہ ایک رول ماڈل ہیں، وہ انتہائی سچی، کھری اور بہادر ہیں، آمنہ الفت

☆ عارفہ نے جس طرح لاہور کو دیکھا، پطرس بخاری بھی جنت میں مسکرا رہے ہوں گے، گل نوخیز اختر

جدید سعودی عرب کی بنیاد رکھنے والا نڈر اسلامی لیڈر

عربوں کا نپولین... عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن السعود

1902 میں وہ کویت سے اپنے خاندان کے 60 افراد کے قافلے کے ساتھ ریاض پہنچے

حاکم شہریار

شہزادہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن السعود کے ہمراہ ان کا خاندان اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو ملا کر کل 60 افراد تھے جب انہوں نے پانچ جنوری 1902 کو ریاض شہر کو الراشد خاندان کے ہاتھوں سے واپس حاصل کر کے اس کے حاکم بن گئے۔ بعد ازاں ریاض کے شہریوں نے بھی ان کے ہاتھوں بیعت کر لی۔ لیکن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن السعود کون تھے جنہوں نے جدید سعودی عرب کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلے بادشاہ بنے؟ عبدالعزیز السعود 1876 میں ریاض کے حاکم خاندان السعود میں پیدا ہوئے تاہم ان کے خاندان کو اپنے حریف اور نجد کے حاکم الراشد خاندان کے ہاتھوں شکست ہوگئی جس کے بعد محض 10 برس کی عمر میں انہیں اپنے خاندان کے ہمراہ ریاض چھوڑنا پڑا۔ ان کے والد عبدالرحمٰن بن فیصل بن ترکی السعود دوسری سعودی ریاست کے آخری حاکم تھے جب کہ ان کی والدہ سارہ بنتِ اگمد الکبیر بن محمد بن ترکی بن سلمان السدیری تھیں۔

جنوری 1902 میں عبدالعزیز السعود کویت سے اپنے خاندان اور حامیوں پر مشتمل 60 افراد کے قافلے کے ساتھ ریاض پہنچے اور وہاں کا کنٹرول حاصل کر لیا۔ ستمبر 1904 میں انہوں نے جنگِ الشنانہ میں الراشد خاندان کو شکست دے کر القصوم پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ اس کے بعد نجد کے بیشتر حصوں پر ان کی حکمرانی قائم ہوگئی۔ سنہ 1912 میں وہابی نظریے کے تحت 'اخوان من اطاع اللہ' (خدا کی اطاعت کرنے والے بھائیوں) تحریک کی بنیاد رکھی گئی جس نے عبدالعزیز کو بڑی مدد فراہم کی۔ عبدالعزیز نے 1913 میں الاحسا کی جانب پیش قدمی کی اور سلطنت عثمانیہ سے اس کا کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

1921 میں شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز کی قیادت میں السعود فورسز عسیر پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اسی سال السعود کی فوجیں الراشد خاندان کا مضبوط گڑھ سمجھے جانے والے حائل میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئیں اور اس کے ساتھ ہی پورے نجد پر السعود خاندان کی حاکمیت قائم ہوئی اور عبدالعزیز نے خود کو نجد کے سلطان کا لقب دیا۔ دوسری جانب حجاز کے حاکم شریف حسین کے ساتھ بھی عبدالعزیز کے تعلقات کافی کشیدہ تھے۔ 1924 میں عبدالعزیز کی فوج طائف اور مکہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئی تاہم جدہ پر قبضہ کرنے میں انہیں مزید ایک سال سے زیادہ لگ گیا اور بالآخر دسمبر 1925 ان کی فورسز وہاں بھی داخل ہو گئیں۔ 1926 میں، عبدالعزیز نے مکہ کی مسجد الحرام میں حجاز کے بادشاہ کی حیثیت سے حلف اٹھالیا۔

> عبدالعزیز نے 1913 میں الاحسا کی جانب پیش قدمی کی اور سلطنت عثمانیہ سے اس کا کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، 1921 میں شہزادہ فیصل بن عبدالعزیز کی قیادت میں السعود فورسز عسیر پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئیں

خلیج عرب کے ساحلوں پر برطانیہ کی موجودگی اور بین الاقوامی حالات کے پس منظر میں عبدالعزیز السعود نے جدید سعودی ریاست کے قیام کی بنیاد رکھنی چاہے لیکن اس کام میں انہیں اپنے ہی اتحادیوں کی جانب سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اخوان من اطاع اللہ نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا جس نے دونوں کے درمیان تصادم کو جنم دیا۔ اخوان کی جانب سے عراق اور کویت پر حملے کیے گئے اور انہوں نے حجاز کے الحاق کے بعد حکام کو چیلنج کر دیا۔ اخوان سادہ رسومات کو بھی بت پرستی کا مظہر سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے السعود کی حاکمیت کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ تحریک نے عبدالعزیز کے کویت اور عراق پر حملہ نہ کرنے کے حکم کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مارچ 1929 میں زلفی کے مقام پر السعود کی فوجوں اور اخوان کے درمیان تصادم ہوا جس میں تحریک کو شکست ہوئی اور اس کے ارکان کویت واپس چلے گئے جہاں انہوں نے انگریز فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اس کے بعد تیسری سعودی ریاست وجود میں آئی۔ اس سے قبل 1921 تک اس کا نام امارت نجد اور الاحساء تھا جب کہ 1922 تک اس کا نام سلطنت نجد تھا۔ سنہ 1926 تک یہ سعودی ریاست سلطنت نجد اور اس کے انحصار کہلائی جاتی رہی اور 1932 تک یہ سلطنت حجاز اور نجد اور اس کے انحصار کے نام سے جانی جاتی رہی جب تک سعودی عرب کی مملکت کے قیام کا اعلان نا کر دیا گیا۔ عبدالعزیز آل سعود کو کئی القابات دیئے گئے جن میں عربوں کا نپولین، بسمارک، صحرا کا کرم ویل اور نیا بادشاہ سلیمان شامل ہیں۔

> مارچ 1929 میں زلفی کے مقام پر السعود کی فوجوں اور اخوان کے درمیان تصادم ہوا جس میں تحریک کو شکست ہوئی، اس کے ارکان کویت واپس چلے گئے جہاں انگریز فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، اس کے بعد تیسری سعودی ریاست وجود میں آئی

☆☆☆☆

چلو اب ایسا کرتے ہیں ستارے بانٹ لیتے ہیں
ضرورت کے مطابق ہم سہارے بانٹ لیتے ہیں
محبت کرنے والوں کی تجارت بھی انوکھی ہے
منافع چھوڑ دیتے ہیں خسارے بانٹ لیتے ہیں
محبت کے علاوہ پاس اپنے کچھ نہیں ہے فیض
اسی دولت کو ہم قسمت کے مارے بانٹ لیتے ہیں
چلو اب ایسا کرتے ہیں ستارے بانٹ لیتے ہیں
ضرورت کے مطابق ہم سہارے بانٹ لیتے ہیں
ماڈل: وشمہ فاطمہ
ڈیزائنر: اشرف انھونی
sundaymag@naibaat.com

کوئی اور نہیں بیٹا ہی نکاح کا گواہ

بچوں کی تنہا پرورش کرنے والی ماں کو شادی کا تحفہ

عبدالاحد اور اس کی بہن طوبیٰ نے 18 سال بعد ماں کی زندگی کو پُر رونق کر دیا

نازش ظفر

عبدالاحد نے پانچ سال کی عمر سے اپنی ''اماں'' (والدہ) کو سنگل پیرنٹ کے طور پر دیکھا۔ اب 24 سال کی عمر میں انہوں نے اپنی والدہ کے لیے وہ ذمہ داری نبھائی جو عموماً پاکستانی معاشرے میں خواتین کے لیے باپ یا بڑے بھائی نبھاتے ہیں۔ عبدالاحد نے اپنی والدہ کا دوبارہ نکاح کروا کر انہیں وہ زندگی جینے کے لیے رخصت کیا جو وہ 18 سال سے جی نہیں پائی تھیں۔

انہوں نے اپنی والدہ کو اس وقت ویڈیو کال کی جب وہ نکاح کے لیے پارلر میں تیار ہو رہی تھیں۔ 'اماں ویڈیو کال پر رو رہی تھیں کہ اتنے عرصے کے بعد تیار ہو کر بیٹھی ہوں۔' عبدالاحد کا کہنا تھا کہ 'جب اماں پارلر سے گھر آئیں تو بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ میں تب ان سے ملا نہیں اور دوست کے پاس چلا گیا اور اس سے کہا کہ یار یہ تو وہ لگ ہی نہیں رہیں، بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'

نومبر 2024 کے دوران صوبہ پنجاب کے شہر لاہور میں عبدالاحد نے اپنی والدہ کے نکاح کے دن گھر پر ہی اپنی بہن کے ساتھ مل کر لاؤنج سجایا تھا اور نکاح خواں سمیت مہمانوں کے لیے تمام تیاریاں مکمل کیں۔ ان کا کہنا ہے کہ 'میں پہلی بار کسی کے نکاح میں گواہ بنا تھا، وہ بھی اپنی اماں کے نکاح میں۔' احد کی اماں، مدیحہ کاظمی نے پہلے خاوند سے علیحدگی کے بعد وہی زندگی گزاری تھی جس کا تقاضہ یہ معاشرہ کسی بھی سنگل مدر سے کرتا ہے۔ یعنی بچوں کی خاطر اپنی ہر خواہش دبا کر اُن کے مستقبل کے لیے محنت کی جائے۔ خود مدیحہ کو بھی لگتا تھا

> اداکارہ بشریٰ انصاری اور ثمینہ احمد نے عمر کے ایسے حصے میں شادی کی جہاں فرض کر لیا جاتا ہے کہ اب شادی کی عمر گزر چکی، ایسے مواقع پر جو باتیں ہوتی ہیں وہی ہوئیں لیکن اب سوشل میڈیا پر ایسے فیصلوں کا دفاع اور حوصلہ افزائی بھی موجود ہے

کہ ایک ماں ہونے کے ناطے ان کے پاس اپنے لیے سوچنے کی گنجائش نہیں ہے۔ انہیں ڈر تھا کہ دوبارہ شادی کے بعد ان کے بچوں کے لیے وہ قبولیت نہیں ہو گی۔ ان کا کہنا ہے کہ ان سے شادی کے لیے کئی رشتے آتے تھے لیکن وہ اس بارے میں نہیں سوچتی تھیں۔ پھر ان کے بچوں نے ان کی اس سوچ کو بدلا۔ مدیحہ کی بیٹی طوبیٰ ایک پرائیویٹ سکول میں کام کرتی تھیں جہاں ایک کولیگ نے ایک رشتے دار کی شادی کے سلسلے میں طوبیٰ کی والدہ کو بہترین انتخاب سمجھا۔ یہاں سے چلنے والی بات ہی بالآخر نکاح تک پہنچی۔

احد کا کہنا ہے کہ ایسے کئی مقام آئے جہاں انہیں 'اماں' کے پرایا ہو جانے کا احساس ہوا۔ میری عادت ہے کہ خواتین میں سے کوئی بھی ہو میں اسے احتراماً ''سی آف'' کرنے خود جاتا ہوں۔ خاص طور پر اماں کو۔ تو نکاح کے بعد رخصتی میں، میں اسی عادت کے تحت آگے بڑھا، لیکن ان کے شوہر نے خود ان کا لہنگا سنبھالتے ہوئے ان کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ تب کچھ محسوس ہوا۔' اسی طرح گھر کی روٹین میں احد کو والدہ کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ وہ بلا جھجک بتاتے ہیں کہ 'گیزر چلانے سے لے کر کپڑے استری کرنے تک، سب وہ کرتی تھیں۔ پھر احساس ہوا کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے کام ہیں جو وہ کرتی تھیں لیکن اب خود کرنے ہیں۔' لیکن ان کا پیغام سب کے لیے یہی ہے کہ ان کاموں اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کسی کی شادی کا نہ سوچنا خود غرضی ہے۔ 'کسی بھی خاتون، چاہے وہ ماں ہو، بہن یا کوئی خاتون دوست، اسے حوصلہ دلانا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں دوسرا چانس لیں۔' والدہ کی شادی کی ویڈیو وائرل ہونے سے متعلق ان کا کہنا ہے کہ وہ سوشل میڈیا پر کچھ پوسٹ کرتے ہوئے بہت جھجک رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان سے ویڈیو اپ لوڈ کرنے بعد شیئر کا بٹن نہیں دبایا جا رہا تھا۔ تو ان کے ایک دوست نے ان کی غیر موجودگی میں شیئر کا بٹن دبایا۔ اس کے بعد آنے والا رسپانس ان کے لیے کافی غیر متوقع تھا۔ لیکن انہیں خوشی ہے کہ لوگوں نے اس سے اچھا پیغام لیا۔ انہیں لگتا ہے کہ اس ویڈیو سے لوگوں کو یہ پیغام ملا ہے کہ مردوں اور خواتین کے لیے بڑی عمر میں بھی شادی قابل قبول ہو سکتی ہے۔

دنیا بھر میں دو بالغ افراد کی شادی 'خبر' کا درجہ نہیں رکھتی۔ جبکہ ان کا کوئی سلیبرٹی سٹیٹس بھی نہ ہو اور نہ ہی اس شادی سے کوئی اور انہونی جڑی ہو۔ لیکن پاکستان جیسے معاشرے میں بالغ بچوں کی موجودگی میں ایک خاتون کی بڑی عمر میں شادی نہ صرف غیر معمولی بات سمجھی جاتی ہے بلکہ اسے معیوب جانا جاتا ہے۔ بہت سے سنگل پیرنٹ شادی کی خواہش کا اظہار نہیں کر پاتے اور نہ ہی اپنی نئی زندگی کے لیے نیا ساتھی تلاش کر پاتے ہیں۔ پاکستان میں حال ہی میں اداکارہ بشریٰ انصاری اور ثمینہ احمد نے عمر کے ایسے حصے میں شادی کی جہاں فرض کر لیا جاتا ہے کہ اب شادی کی عمر گزر چکی۔ اس پر وہی سب باتیں ہوئیں جو ایسے مواقع پر کی جاتی ہیں۔ لیکن اب سوشل میڈیا پر ایسے فیصلوں کا دفاع اور حوصلہ افزائی بھی موجود ہے۔ ہمارے معاشرے میں سنگل پیرنٹ ہونا نفسیاتی اعتبار سے کسی چیلنج سے کم نہیں کیونکہ بچوں کے معمولات، گھر کے اخراجات اور پھر بہتر پرورش کی ذمہ داری دوگنی ہو جاتی ہے۔

اس بارے نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت یا ان میں علیحدگی خود ایک صدمہ ہے اور اس کے بعد اس صدمے سے جڑا دباؤ یا پوسٹ ٹرامیٹک سٹریس باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد بچوں کی پرورش میں اکثر ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داری نبھانی پڑ جائے تو یہ 'ہر طرح سے شدید نفسیاتی دباؤ کی صورت میں سامنے آتی ہے۔' معاشرتی دباؤ کے علاوہ قانونی پیچیدگیاں بھی سنگل پیرنٹس کے لیے دوبارہ شادی کو مشکل بنا دیتی ہیں۔ زیادہ تر خواتین وکلاء روزانہ کی بنیاد پر طلاق اور خلع کے کیسز پر کام کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ 18 سال سے کم عمر بچوں کے ہوتے ہوئے والد کسٹڈی، گارڈین شپ اور بچوں سے ملاقات کے حقوق کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ والد کے لیے عدالت ملاقات کے دن اور اوقات طے کرے تو ماں پر لازم ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ اسی شہر میں موجود رہے، ایسے میں شادی

> مدیحہ کی بیٹی طوبیٰ ایک پرائیویٹ سکول میں کام کرتی تھیں جہاں ان کے ساتھ کام کرنے والی سہیلی نے ایک رشتے دار کی شادی کے سلسلے میں طوبیٰ کی والدہ کو بہترین انتخاب سمجھا، پھر یہاں سے چلنے والی بات بالآخر نکاح پر پہنچ کر ہی ختم ہوئی

کے بعد شہر یا ملک چھوڑنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ دوبارہ آنے والے رشتوں میں بھی بچوں کے وزیٹیشن رائٹس باپ کے پاس ہونے کی صورت میں انکار کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ شادی کی صورت میں ان کا کسٹڈی کا کیس بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ خواتین وکلاء نے کئی ایسے کیسز کا ذکر بھی کیا جہاں خاتون کے پاس بیٹی کی کسٹڈی تھی لیکن دوبارہ شادی پر اس سے کسٹڈی واپس لینے کا کیس کیا گیا کیونکہ دوسرا شوہر بیٹی کے لیے 'نامحرم' ہے۔ یہ تمام پیچیدگیاں، خاتون کو دوبارہ شادی کے فیصلے سے روکے رکھتی ہیں۔ معاشرے کے سوال و جواب، عدالت کے کٹہرے اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے پرے البتہ ایک مقام ہے جہاں مدیحہ کاظمی جیسی ماؤں کے لیے اپنی زندگی خود اپنے لیے جینے کی ایک صورت موجود ہے۔ یہ مقام عبدالاحد جیسے بچوں کا وہ دل ہے جو اپنی اماں کو ایک انسان کے طور پر دیکھتا ہے اور ان کے لیے سوچتا ہے۔ یہ ان کا 'بڑا' بن کر انہیں اپنا نیا ساتھی چننے اور نئی زندگی کی طرف رخصت ہونے پر آمادہ کرتا ہے۔

ایک کروڑ آبادی والے ملک میں سب سے زیادہ ارب پتی

سویڈن... امیر لوگوں کی جنت

مقامی طور پر شعبہ ٹیکنالوجی میں ہونے والے ترقی نے اس ملک کی سمت بدل دی

میگزین رپورٹ

سویڈن ایک ایسا ملک ہے جس کی عالمی شہرت ٹیکس کی زیادہ شرح اور معاشرتی برابری کے تصور سے جڑی ہے لیکن اب یہ ملک یورپ میں امیر ترین لوگوں کی آماجگاہ بن رہا ہے۔ لنڈنگو جزیرے میں لال اور پیلے رنگ کے بڑے بڑے لکڑی سے تعمیر شدہ پرآسائش گھر نظر آتے ہیں جبکہ چند سفید رنگ کے حویلی نما گھر بھی ہیں جن میں زمین سے چھت تک کھڑکیاں ہیں۔ یہ سٹاک ہوم کے مرکز سے آدھے گھنٹے کی مسافت پر موجود سویڈن کے سب سے امیر افراد کا رہائشی علاقہ ہے۔ ''کونراڈ برجسٹروم'' یہاں کے رہائشی ہیں ان کے گھر میں ایک سوئمنگ پول، جم اور ایک نائٹ کلب بھی ہے۔ نائٹ کلب کو دیگر مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کونراڈ کے بہت سے دوستوں کا تعلق موسیقی کے شعبے سے ہے اور وہ اکثر موسیقی پر کام کرتے ہیں۔' کونراڈ نے ہیڈ فون اور سپیکر تیار کرنے والی کمپنیوں کی مدد سے پیسہ بنایا ہے اور وہ سویڈن اور سپین میں اس گھر کے علاوہ بھی تین مکانات کے مالک ہیں۔ ایک کامیاب کاروباری شخصیت کا ایسا طرز زندگی حیران کن نہیں لیکن چند لوگوں کے لیے شاید یہ حیران کن بات ہو کہ کونراڈ سمیت کتنے ہی لوگ سویڈن میں اتنے امیر ہیں۔ اگرچہ اس وقت سویڈن میں دائیں بازو کی اتحادی حکومت برسر اقتدار ہے لیکن گزشتہ صدی کے دوران زیادہ وقت ملک پر سوشلسٹ ڈیموکریٹ حکومت کا راج رہا جن کا منشور ملک کو ایک مضبوط فلاحی ریاست بنانے کا تھا جس کے لیے ٹیکسوں کی مدد سے برابری کے اصول کے تحت معیشت کو ترقی دینا مقصود تھا۔ تاہم گزشتہ تین دہائیوں کے دوران سویڈن میں انتہائی امیر افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

ویکانز افریئر نامی کاروباری میگزین کے مطابق 1996 میں ایک بلین کرونر یا موجودہ ایکسچینج ریٹ کے حساب سے 91 ملین امریکی ڈالر مالیت سے زیادہ دولت رکھنے والے افراد کی تعداد صرف 28 تھی جن میں سے اکثریت کا تعلق ایسے گھرانوں سے تھا جو نسل در نسل دولت مند تھے۔ ایفٹون بلیڈٹ نامی اخبار کے ایک ایسے ہی تجزیے کے مطابق 2021 تک یہ تعداد 542 ہو چکی تھی اور یہ لوگ ملکی جی ڈی پی کے 70 فیصد کے برابر دولت رکھتے تھے۔ یوں صرف ایک کروڑ افراد کی آبادی والے ملک میں دنیا میں آبادی کے تناسب سے سب سے زیادہ ارب پتی افراد ہیں۔ فوربز میگزین نے 2024 میں امرا کی فہرست میں 43 سویڈش شہریوں کا نام شامل کیا جو ایک ارب ڈالر سے زیادہ کی دولت رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر 10 لاکھ میں سے چار لوگ ارب پتی ہیں۔ امریکہ میں یہ تناسب 10 لاکھ میں سے دو لوگوں کا ہے جہاں مجموعی طور پر 813 ارب پتی ہیں جو دنیا میں کسی بھی ملک میں سب سے زیادہ تعداد ہے۔ تاہم امریکہ کی آبادی سویڈن سے کہیں زیادہ ہے۔

سویڈن میں انتہائی امیر بن جانے والے افراد کی تعداد میں اضافے کی ایک وجہ مقامی طور پر ٹیکنالوجی کے شعبے میں ہونے والی ترقی ہے۔ سویڈن کی شہرت یورپ کی 'سیلیکون وادی' کے طور پر قائم ہو چکی ہے جہاں دو دہائیوں کے دوران ایک ارب ڈالر مالیت والی 40 کمپنیاں بنیں۔ سکائپ اور سپاٹیفائی کے علاوہ گیمنگ کمپنیاں کنگ اور موجانگ بھی سویڈن میں ہی قائم ہوئیں۔ حالیہ دور میں عالمی سطح پر کامیاب ہونے والوں میں مالیاتی کمپنی ٹنک بھی شامل ہے جسے کورونا وبا کے دوران ویزا کمپنی نے دو ارب ڈالر میں خریدا۔ سویڈن کا حجم اسے ایک مشہور تجرباتی منڈی کا روپ بھی دیتا ہے۔ سویڈن کی مالیاتی پالیسیوں نے سویڈن کو انتہائی امیر لوگوں کی جنت میں بدل ڈالا ہے۔ سنہ 2010 سے چند سال پہلے تک سویڈن میں شرح سود کافی کم تھی جس کی وجہ سے بینکوں سے ادھار رقم حاصل کرنا آسان تھا۔ اسی لیے اکثر شہریوں نے پراپرٹی میں سرمایہ کاری کی یا پھر نئی کمپنیوں میں پیسہ لگایا اور نتیجتاً کئی نئی کمپنیوں کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا۔ یہاں ارب پتی افراد کی تعداد میں اضافے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چند برسوں کے دوران اثاثوں کی قیمت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔

سویڈن میں زیادہ کمانے والوں کی ذاتی کمائی پر 50 فیصد سے زیادہ ٹیکس لگتا ہے جو یورپ میں سب سے زیادہ ہے، تاہم گزشتہ چند حکومتوں نے چند ٹیکسوں کو اس طریقے سے مرتب کیا کہ امیر لوگوں کو اس کا فائدہ ہوا۔ سویڈن میں دولت اور وراثت کے ٹیکسوں کو 2000 کی دہائی میں ختم کر دیا تھا جبکہ سٹاک یا کمپنی کے شیئر ہولڈرز کو حصہ دینے پر عائد ٹیکس کی شرح تنخواہ سے کہیں کم ہے۔ دوسری جانب کارپوریٹ ٹیکس کی شرح میں بھی 1990 سے اب تک 10 فیصد تک کمی ہو چکی ہے جو یورپی اوسط سے نیچے ہے۔ اگر آپ ارب پتی ہیں تو آپ کو سویڈن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ حقیقت میں اب چند ارب پتی سویڈن منتقل ہو رہے ہیں۔ لنڈنگو جزیرے کے رہائشی کونراڈ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ سویڈن کا ٹیکس نظام ان لوگوں کے لیے مفید ہے جو کمپنیاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم ان کا کہنا ہے کہ دولت میں اضافے کا ایک مثبت اثر پڑتا ہے کیوں کہ ان کا کاروبار اور گھر دوسرے لوگوں کو ملازمت فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے پاس بچے کو سنبھالنے والی ایک ملازمہ، مالی اور صفائی والے کام کرتے ہیں اور دیگر ملازمتیں بھی ہیں تو ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم ایک معاشرے کو قائم کر رہے ہیں۔ سویڈن کے دولتمند کاروباری لوگ اپنا پیسہ ایسی نئی کمپنیوں میں بھی لگا رہے ہیں جن کا مقصد معاشرے اور ماحول میں بہتری لانا ہے۔ انتہائی

> یہاں ہر 10 لاکھ میں سے چار لوگ ارب پتی ہیں، امریکہ میں یہ تناسب 10 لاکھ میں سے دو لوگوں کا ہے جہاں کل 813 ارب پتی ہیں جو دنیا میں کسی بھی ملک میں سب سے زیادہ تعداد ہے تاہم امریکہ کی آبادی سویڈن سے کہیں زیادہ ہے

امیر افراد پر زیادہ ٹیکس لگانے کی بحث سویڈن میں اتنی شدید نہیں جتنی امریکہ یا باقی مغربی ممالک میں ہے۔ یہ ایک متضاد چیز ہے کیوں کہ سوشلسٹ ملک کا تصور ہونے کے ناتے گمان کیا جانا چاہیے کہ یہ سب سے اوّل نکتہ ہوگا۔ اس کا تعلق اس سوچ سے ہے کہ جیتنے والا ہی سب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ یعنی اگر آپ اپنے پتے درست طریقے سے کھیلیں تو آپ بھی ارب پتی بن سکتے ہیں اور سویڈن کی مجموعی سوچ میں یہ بہت بڑی تبدیلی ہے۔ سویڈن کی اس فہرست سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ملک کی دولت کا بڑا حصہ سفید فام مردوں تک محدود

> 2010 سے پہلے سویڈن میں شرح سود کافی کم تھی جس کی وجہ سے بینکوں سے ادھار رقم حاصل کرنا آسان تھا۔ اسی لیے اکثر شہریوں نے پراپرٹی میں سرمایہ کاری کی یا پھر نئی کمپنیوں میں پیسہ لگایا اور نتیجتاً کئی نئی کمپنیوں کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا

ہے اگرچہ کہ ملک کی آبادی کا ایک بڑا حصہ تارکین وطن پر مشتمل ہے۔ لولا اکنمیڈ ایک ناول نگار اور کاروباری شخصیت ہیں جن کا کہنا ہے کہ 'ہاں، یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ پیسہ بنا سکتے ہیں لیکن یہ محدود ہے اور اب بھی دوہرے معیار کافی زیادہ ہیں کہ کس کے خیال کو فنڈ کیا جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ 'سویڈن کئی اعتبار سے ایک رہنما ملک ہے لیکن بہت سے لوگ نظام سے باہر ہیں۔

☆☆☆☆

گوشت کے متبادل پروٹین کے بہترین ذرائع

دالیں، انڈے، ہری سبزیاں اور مونگ پھلی

مہنگائی کے اس دور میں بکرے اور مرغی کا گوشت کھانا ہر کسی کی پہنچ میں نہیں رہا

آسیہ انصر

پاکستان میں شادی بیاہ جیسی خوشی کا موقع ہو یا غم سے جڑی کوئی سوگوار تقریب، مہمانوں کی خاطر مدارت کے لیے عام طور پر گوشت کی ڈشز کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ انہیں غذائیت سے بھرپور بھی سمجھا جاتا ہے اور ذائقے کی تو کیا ہی بات کی جائے۔ لیکن پاکستان میں بڑھتی مہنگائی اور مرغی سمیت گوشت کی قیمتوں میں ہوش رُبا اضافے نے بہت سے لوگوں کو گوشت کے متبادل کے بارے میں سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا ہے۔ گوشت سے بنی ڈشز کو اس بنا پر فوقیت دی جاتی ہے کہ شاید اس میں وہ غذائیت ہے جو دالوں میں نہیں پائی جاتی اور سبزیوں کو تو پرہیزی کھانا سمجھ کر اکثر لفٹ ہی نہیں کروائی جاتی۔ مگر کیا واقعی گوشت میں ایسے پروٹین پائے جاتے ہیں جن کا نعم البدل دال یا سبزیاں نہیں ہو سکتیں یا گوشت کے مقابلے میں دال سبزی کے ارزاں نرخوں نے ان کی اصل قدر و قیمت اور

فائدوں کو گوشت خوروں کی نظر سے اوجھل کر رکھا ہے۔ تو آئیے ماہر غذائیت سے یہ جان لیتے ہیں کہ کیا واقعی گوشت کا متبادل سبزیاں اور دالیں بن سکتی ہیں یا اس کے لیے کچھ مزید بھی اپنی خوراک میں شامل کرنا ہوگا جو غذائیت کے لحاظ سے گوشت کا نعم البدل بھی ہو اور ہمیں چست و توانا رہنے کے لیے مکمل توانائی بھی فراہم کر سکے۔

دالوں سے پروٹین، سبز پتے والی سبزیوں اور انڈوں سے آئرن پائیں

ماہرین غذائیت کے مطابق ہمارے دسترخوان پر گوشت کے پکوان کو ہمیشہ اہمیت دی جاتی ہے تاہم ہمارے پورے ہفتے یا دن میں گوشت کتنا ضروری ہے وہ بھی جاننا بھی اہم ہے۔ ایک بالغ انسان کے لیے ہفتے میں ایک پاؤ (250 گرام) گوشت سے جسم کی پروٹین اور آئرن کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تاہم ایسا نہیں کہ اس کا متبادل ہمیں کسی اور چیز میں نہ مل سکے۔ ہر قسم کی دالوں، سرخ سفید اور سبز لوبیا، سویابین، میوہ جات، دودھ، چاول اور روٹی میں ہمیں پروٹین کی مطلوبہ مقدار مل جاتی ہے۔ تو چلیے پروٹین کا مسئلہ تو حل ہوا تاہم گوشت میں صرف پروٹین نہیں ہوتے بلکہ فولاد (آئرن) بھی گوشت کا اہم اور ضروری جزو ہے اور اپنے جسم میں آئرن کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہم گوشت کھاتے ہیں۔ تو پھر فولاد کے لیے کیا کیا جائے؟ اس کا سادہ اور آسان حل بھی نیوٹریشنسٹ کے پاس ہے۔ چقندر، بند گوبھی، شلجم، پالک، سرسوں سمیت مختلف قسم کے ساگ، غرض جتنی بھی ہرے پتے والی سبزیاں ہیں، اس کے علاوہ انڈے کی زردی سے بھی ہمیں آئرن کی مطلوبہ مقدار باآسانی حاصل ہو جاتی ہے۔

کھچڑی سے گوشت کے برابر کے اچھے پروٹینز حاصل کریں

ماہرین کے مطابق گوشت میں موجود پروٹینز کو ایک مکمل پروٹین سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں ہمارے جسم کو مطلوب امائینو ایسڈ (پروٹین کے بلڈنگ بلاکس) کی اچھی مقدار موجود ہوتی ہے۔ لیکن کیا یہ تناسب ہم دالوں اور سبزیوں سے بھی پورا کر سکتے ہیں تو ہاں ایسا باآسانی ممکن ہے کیونکہ مختلف اجناس سے مختلف پروٹینز حاصل کر کے ہم گوشت کا صحیح متبادل پا سکتے ہیں۔ دال چاول کی کھچڑی نہ صرف ہمارا روایتی کھانا ہے بلکہ یہ غذائیت سے بھرپور کھانا ہے، کیونکہ دال میں امائنو ایسڈ کی کچھ مقدار اگر کم ہے تو وہ چاول میں موجود ہے اور جو چاول میں نہیں وہ دال سے پوری ہو جاتی ہے تو جب ہم دال چاول کی کھچڑی بناتے ہیں تو گوشت کے برابر کے اچھے پروٹینز ہمیں مل جاتے ہیں۔ مہنگائی کے دور میں خصوصاً کم آمدنی یا متوسط طبقے کے افراد یہ ہرگز نہ سوچیں کہ وہ گوشت خریدنے کی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے قوت بخش غذا سے محروم ہیں بلکہ چند باتیں ذہن نشین کر کے ہم سادہ غذا سے صحت برقرار رکھنے کا اپنا ہدف ضرور حاصل کر سکتے ہیں۔

مونگ پھلی میں بھی کاجو، چلغوزے جتنی غذائیت

غذائی ماہرین کے مطابق ڈرائی فروٹ یا خشک میوہ جات کے لیے کبھی نہ سوچا جائے کہ یہ مہنگے ہیں اور یہ سستے ہیں۔ ایک سستے سے سستا ڈرائی فروٹ بھی اتنی غذائیت دیتا ہے جتنا کہ ایک مہنگا میوہ۔ مونگ پھلی میں بھی اتنی ہی غذائیت ہوتی ہے جتنی کاجو یا چلغوزوں میں۔ اس لیے جو بھی جیب اجازت دے وہ میوہ جات ضرور لیں۔ یہی بات ماہرین پھلوں کے لیے بھی کہتے ہیں۔ موسم کا جو بھی پھل آپ خرید سکیں، اسے دن میں ایک سے دو بار ضرور کھائیں کیونکہ موسم کا سستا پھل بھی وہی توانائی فراہم کرتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں کی بڑھتی عمر میں ہم ان کی پروٹین کی ضرورت سبزیوں اور دالوں سے بھی پوری کر سکتے ہیں تاہم بچوں کو کیلشیم کی لازمی ضرورت ہوتی ہے تو دودھ کے ساتھ سبز پتوں والی سبزیوں کو بچوں کی غذا کا لازمی حصہ بنائیں۔

انڈے اور دودھ سے نروس سسٹم کے لیے ضروری وٹامن بی 12 حاصل کریں

ماہرین کا یہ ماننا ہے کہ تمام قسم کی دالیں اور بینز پروٹین کے بہت اچھے ذرائع اور گوشت کے متبادل ضرور ہیں تاہم صحت مند جسم اور دماغ کے لیے ہمیں کچھ اضافی چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا جیسے فائدے مند فیٹ (چکنائی) اور وٹامن بی 12 کا حصول جو اعصابی نظام کو فعال رکھنے میں معاون ہیں، اور یہ ہمیں پودوں کے ذریعے نہیں مل سکتا۔ وٹامن بی 12 پلانٹ سورسز یعنی دالوں لوبیا اور چنے اور سبزیوں میں نہیں پایا جاتا لیکن یہ ہمارے نروس سسٹم کے لیے بہت ضروری ہے تو جو لوگ گوشت نہ کھائیں وہ وٹامن بی 12 کی ضرورت کو دودھ اور انڈے سے پورا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اپنی خوراک میں روزانہ کم از کم ایک گلاس دودھ یا ایک کپ دہی کا ضرور شامل کریں۔ ماہرین کے مطابق گوشت کے متبادل پر جانے کے ساتھ ہمیں فیٹس یعنی فائدے مند چکنائی کا حصول بھی ترجیحات میں شامل کرنا ہوگا جو مختلف بیجوں سے ہمیں باآسانی حاصل ہو جاتی ہیں۔ تل، کدو، السی، سورج مکھی یا خربوزے وغیرہ کے بیجوں میں موجود فیٹس خاص طور پر دماغ صحت کے لیے بہت فائدے مند اور ضروری ہیں، خاص طور پر بچوں کے حافظے کو بہتر بنانے اور دوران تعلیم مختلف سرگرمیوں میں بہت مثبت اثر ڈال سکتے ہیں۔ ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ بیجوں میں موجود فیٹس ہمارے گردوں، دل اور جگر کی صحت کو بہتر بناتا ہے اور نروس سسٹم کو بھی ٹھیک رکھتا ہے۔ جو لوگ ورزش کرتے ہیں وہ پروٹین کے حصول کے لیے دال سبزیوں کے ساتھ انڈے اور دودھ لازمی شامل کریں۔ یاد رکھیے روز گوشت کھانے سے فائدے سے زیادہ نقصان ہو سکتا ہے جو یورک ایسڈ بڑھنے کے ساتھ ساتھ گردے اور دل کے فعل پر اثر ڈال سکتا ہے۔ اور ہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ کوئی بھی ایک غذا کوئی جادوئی غذا نہیں بلکہ متوازن غذا ہی صحت مند جسم اور دماغ کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ بہتر ہے کہ آپ اپنے بجٹ میں موجود متوازن غذا لیں۔

☆☆☆☆

> دال چاول کی کھچڑی غذائیت سے بھرپور کھانا ہے دال میں امائنو ایسڈ کی کچھ مقدار اگر کم ہے تو وہ چاول میں موجود ہے اور جو چاول میں نہیں وہ دال سے پوری ہو جاتی ہے دال چاول کی کھچڑی سے گوشت کے برابر کے پروٹینز ہمیں ملتے ہیں

> اپنی خوراک میں روزانہ کم از کم ایک گلاس دودھ یا ایک کپ دہی کا ضرور شامل کریں، گوشت کے متبادل کے ساتھ ہمیں فیٹس یعنی فائدے مند چکنائی کا حصول بھی ترجیحات میں شامل کرنا ہوگا جو مختلف بیجوں سے ہمیں باآسانی حاصل ہو جاتی ہیں

جیب تراشی

جادو یا ہاتھ کی صفائی

بس سٹینڈ، سینما گھر، دربار، میلے، ریلوے اسٹیشن آسان حدف

مہارت کے باعث جیب تراش لمحے میں لوگوں کو موبائل فون اور ہزاروں روپوں سے محروم کر دیتے ہیں

داؤد قاسم

ہمیں جرائم کی دنیا میں ہر قسم کے انسان ملیں گے۔ قاتل بھی ملیں گے، ٹھگ بھی ملیں گے ،دھوکہ باز، دوسروں کا مال ہتھیانے والے ڈاکو، چور، راہزن بھی ملیں گے اور اس جرائم کی دنیا میں ایک نام ایسا ہے جو سب سے زیادہ سختی کے قابل ہیں کیونکہ یہ جرم کرنے کے بعد بہت آسانی سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور وہ نام ہے ’’جیب تراش‘‘ کا۔

جیب تراشی کے مختلف زبانوں کے کئی نام ہیں مثلاً جیب کترہ۔ پاکٹ مار۔ گنڈہ کٹ، گندھ گپ۔ پک پاکٹ جس کا مقصد صرف ایک ہی ہوتا ہے کہ کسی انسان کو اسکی حالت بیداری میں اسکی جمع پونجی سے محروم کر دینا۔ جیسا کہ عرض کیا ہے کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اس لیے کہ وہ نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص اپنے بیمار بچے کی دوائی لینے کے لیے کسی سے ادھار رقم لے کر آیا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی اپنی بیٹی کے جہیز کا سامان لینے کے لیے آیا ہے اور محنت سے رقم جمع کی ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی اپنے عزیز کا کفن دفن کا سامان خریدنے آیا ہے اور اگر وہ بروقت سامان لے کر نہ پہنچا تو میت کے دفن کرنے میں تاخیر ہوگی۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی مسافر راستہ میں رقم نہ ہونے کی وجہ سے کتنا پریشان ہوگا۔ یہ ایسے بد بخت ہیں کہ اللہ کے گھر خانہ کعبہ میں بھی کسی کو نہیں بخشتے اور بے خوف وخطر ہو کر اپنا کام کرتے ہیں۔ یہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے، صفا و مروہ کی سعی کرتے ہوئے، منیٰ میں شیطان کی رمی کرتے ہوئے معصوم لوگوں سے ہاتھ کر جاتے ہیں۔ انہیں ذرہ بھر احساس نہیں ہوتا کہ وہ شخص اپنے وطن کیسے پہنچے گا۔

طریقہ واردات

جیب تراش یہ کام یا تو بلیڈ سے کرتے ہیں یا دو انگلیوں سے۔ شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ کسی کی جیب سے یا بیک پاکٹ سے رقم نکالتے ہیں۔ ان کا نام سلاخیں رکھا ہوا ہے۔ جس کی جتنی پتلی اور لمبی انگلیاں ہونگی واردات کرنے میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔ اگر کسی نے شلوار کے نیفہ۔ اندرونی جیب میں رقم رکھی ہو تو بلیڈ استعمال کرتے ہیں اور تیسرا طریقہ واردات یہ بھی ہے کہ اپنے شکار سے ٹکراتے ہیں اور کام کر جاتے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کوئی بڑا آدمی کسی بچے کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہا ہوتا ہے اور بچہ اس سے ڈر کر کسی دوسرے کی پناہ میں جا چھپتا ہے اور اپنا کام کر جاتا ہے حالانکہ بڑے اور بچے کا واردات کرنے کا یہ ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ بعض نوجوان لڑکیاں بھی اس قسم کے کام میں ملوث ہوتی ہیں راہ جاتے کسی شخص سے ٹکراتی ہیں اور کام کر جاتی ہیں یا پھر اپنا کوئی پرس وغیرہ، ٹکراتے ہی زمین پر گرا دیتی ہیں اور وہ شخص از راہ ہمدردی وہ چیز اٹھانے لگتا ہے اور پونجی سے محروم ہو جاتا ہے۔ بعض لڑکیاں فحاشی کے لیے کسی کے ساتھ جاتی ہیں اور راستہ میں اپنا کام مکمل کر کے غائب ہو جاتی ہیں۔ یہ کام بچپن سے شروع کیا جاتا ہے اور جب تک مر نہ جائیں اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔ بچپن سے جوانی تک یہ کام خود کرتے ہیں اور بوڑھا ہو جانے پر شاگرد رکھ لیتے ہیں۔ اور خود استاد، ماسٹر اور گرو کہلاتے ہیں اور ٹریننگ دیتے ہیں۔

عمر

اس کام میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اکثر بچپن میں سکولوں سے بھاگے ہوئے بچے، وی سی آر وغیرہ کے شوقین، اپنے سے بڑے گھرانے کے لوگوں سے دوستی رکھنے والے بچے۔ جب ان کے دوست کھلا خرچ کرتے ہیں اور یہ غربت کی وجہ سے خرچ نہیں کر سکتے تو ان کی دیکھا دیکھی روپیہ کی لالچ میں گھروں سے بھاگ کر کسی استاد ماسٹر یا گرو کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جو انہیں جیب تراشی کا دھندہ سکھا دیتے ہیں اور ان سے روزانہ کا بھتہ وصول کرتے ہیں۔ اکثر لڑکیاں بھی جو بے راہ روی کا شکار ہو کر گھر سے بھاگ جاتی ہیں اور پھر گرو، ماسٹر یا استاد کے ہتھے چڑھ کر اپنی دنیاوی زندگی کے ساتھ عاقبت بھی خراب کر بیٹھتی ہیں۔ جیب تراش اکثر منشیات کے بھی عادی ہوتے ہیں اور منشیات حاصل کرنے کے لیے ان کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے لہذا وہ یہ دھندہ کرتے ہیں۔

جائے واردات

جیب تراش اکثر بس اسٹینڈز، سینما گھروں، درباروں، میلوں، ریلوے اسٹیشن یا بس وغیرہ میں واردات کرتے ہیں۔ واردات کرنیوالے اکثر یہ بھی کرتے ہیں کہ کسی کی جیب تراشی کی اور پکڑے جانے پر اس نے دوسرے ہاتھ میں پہلے سے موجود کچھ رقم اور کاغذ شکار کو پکڑا دیے اور خود اصل رقم کے ساتھ غائب ہو گیا اور شکار کچھ رقم اور کاغذ گنتا اور دیکھتا رہ گیا۔ یہ لوگ شکار کے ساتھ بس وغیرہ میں سوار ہو جاتے ہیں۔ پہلے کوشش ہوتی ہے کہ بس میں سوار ہوتے وقت کام کر جائیں۔ اگر کامیاب ہو گیا تو ٹھیک ورنہ بس میں سوار ہو کر اس کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں یا کھڑے ہو جاتے ہیں اور وقت ملنے پر کام دکھا جاتے ہیں۔ دربار پر دعا مانگتے وقت یہ کام دکھا جاتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر ٹکٹ خریدتے وقت یا ٹرین میں سوار ہوتے وقت یہ کام کر جاتے ہیں۔ کسی بھی جگہ کوئی موقع ملے تو موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

سزا

جیب تراش بہت کم موقع پر پکڑے جاتے ہیں اگر موقع پر پکڑے بھی جائیں تو چونکہ مدعی کی رقم وغیرہ مل جاتی ہے۔ اس لیے وہ پولیس اور عدالتوں کے چکروں سے بچنے کے لیے کاروائی نہیں کرتے۔ اگر کوئی کاروائی کرتا بھی ہے تو چونکہ رقم کی ملکیت کا اس کے پاس ثبوت نہیں ہوتا اس لیے عدالت ملزم کو بری کر دیتی ہے۔ اس لیے جیب تراش سزا سے بچ جاتا ہے۔ ماسوائے اس صورت کے کہ ملزم خود عدالت میں اقبال جرم کرے۔ علاوہ ازیں گواہان بھی عدالت میں متضاد بیانی کرتے ہیں جس کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے اور وہ سزا سے بچ جاتا ہے۔

احتیاط

کبھی بھی سفر پر جاتے وقت یا پبلک مقامات پر تمام رقم ایک جگہ اکٹھی نہ رکھیں بلکہ کم از کم تین مختلف محفوظ جگہوں میں رکھنی چاہیئے تا کہ ایک جگہ سے کٹ جانے کی صورت میں باقی رقم سے استفادہ کر سکیں۔ اس کے لیے شلوار کا نیفہ، سلوکے کی اندرونی جیب یا بنیان میں جیب لگوا کر اس میں رقم رکھی جائے۔ اگر چادر پہنی ہو تو چادر کی ڈب میں لپیٹ کر اوپر سے کسی دھاگے سے باندھی جائے یا تھیلی جس میں رقم ڈال کر کمر سے باندھی جائے۔ اور رقم والا حصہ سامنے کی طرف ہو۔

معاونت

جیب تراش ہر جگہ پائے جاتے ہیں یہ گنتی کے چند لوگ ہوتے ہیں۔ ان کو یا تو مقامی پولیسکی معاونت حاصل ہوتی ہے یا کسی با اثر شخص کی جو پکڑے جانے پر ان کو پولیس سے چھڑا سکے یا مدعی کے ساتھ ملکر معاملہ رفع دفع کر دیتے ہیں۔ اور خواہ پولیس ہو یا مقامی با حیثیت شخصیت، جیب تراش سے روزانہ بھتہ وصول کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

جب اس کے سہانے خواب شادی سے قبل مار دیے گئے

سلمیٰ

کم عمر لڑکیوں کی شادیوں سے پیدا ہونے والے مسائل اجاگر کرنے کیلئے بنائی گئی فلم ریلیز

دنیا کی پچانوے فیصد کم عمر ماؤں کا تعلق غریب ممالک سے ہے اور پاکستان کم عمری کی شادیوں کے حوالے سے دنیا میں چھٹے نمبر پر ہے۔ پسماندہ علاقوں میں یہ رواج عام ہے اور ایسی شادیوں کا نتیجہ فسٹولا اور دیگر بیماریوں کی صورت میں بھی نکلتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ کم عمری کی شادی معیشت پر اس طرح براہ راست اثر انداز ہوتی ہے کہ شادی کے بعد ایسے نابالغ شہریوں کی تعلیم رک جاتی ہے، ان کا کیریئر بننے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ معاشرے کے مفید شہری بننے کے بجائے اپنی زندگی ایک بوجھ کی صورت بسر کرتے ہیں۔ جب کسی بچی کو زبردستی شادی پر مجبور کیا جاتا ہے، تو اسے اس کے نتائج عمر بھر بھگتنا پڑتے ہیں۔ پہلے تعلیم مکمل کرنے کے مواقع کم ہو جاتے ہیں اور پھر شوہر کی طرف سے زیادتی اور دوران حمل پیچیدگیوں کے امکانات بھی بہت بڑھ جاتے ہیں۔ کم عمری، نابالغ عمر میں شادی نہ صرف لڑکیوں سے ان کا بچپن، خوشیاں اور خواب چھین لیتی ہے بلکہ ان کی زندگی کو بھی شدید متاثر کرتی ہے۔ اقوام متحدہ کے جنسی و تولیدی صحت کے ادارے (یو این ایف پی اے) نے پاکستان میں اس مسئلے کو اُجاگر کرنے کے لیے ایک مختصر فلم 'سلمیٰ' بنائی ہے، جو ان لاکھوں لڑکیوں کی کہانی بیان کرتی ہے جن کی زندگیاں کم عمری کی شادیوں کی وجہ سے تاریک ہو گئیں۔ فلم 'سلمیٰ، خاموش چیخ' دیہی علاقے کی ایک کم عمر لڑکی کی کہانی ہے، جس کے خواب قبل از وقت شادی نے مار دیے جاتے ہیں۔ یہ لڑکی ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں، صحت کے مسائل، سماجی دباؤ اور بدنامی سے لڑتے ہوئے اپنی زندگی سنوارنے کی جدوجہد کرتی ہے۔ یہ فلم 16 منٹ دورانیے کی ہے، جسے محسن علی اور رابعہ قادر نے تحریر کیا اور ابرار الحسن اور حنا امان نے پروڈیوس کیا ہے۔ فلم کی ہدایت کاری محسن علی نے کی ہے اور سلمیٰ کا مرکزی کردار چائلڈ اسٹار مرحبا نور نے نبھایا ہے۔ فلم میں خاص طور پر کم عمری کے حمل کے دوران لڑکیوں کو درپیش جسمانی، ذہنی مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے، جیسے خون کی کمی، زچگی کی پیچیدگیاں اور حتیٰ کہ موت کا خطرہ۔ یونیسف کے مطابق دنیا بھر میں 20 فیصد لڑکیوں کی شادی نوعمری میں ہو جاتی ہے اور اس وقت 65 کروڑ خواتین ایسی ہیں جو 18 سال کی عمر سے پہلے بیاہی گئیں۔ جنوبی ایشیا میں یہ شرح سب سے زیادہ ہے، جہاں 40 فیصد لڑکیوں کی شادی نوعمری میں ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں ایک کروڑ 90 لاکھ خواتین ایسی ہیں جن کی نوعمری میں شادی ہوئی، جن میں سے ایک تہائی لڑکیاں 18 سال کی عمر سے پہلے اور 54 فیصد اس عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی حاملہ ہو جاتی ہیں۔ نتیجتاً، ماں اور بچے دونوں کی صحت کو سنگین خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ 'یو این ایف پی اے' کے مطابق کم عمری کی شادی لڑکیوں میں بچے کی قبل از وقت پیدائش، فسچولا اور جنسی بیماریوں جیسے خطرات کو بڑھاتی ہے، جو ان کی موت کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ دوسری جانب ان کی تعلیم و تربیت بھی رُک جاتی ہے جو ان کی معاشرتی زندگی کو متاثر کرتی ہے۔